اپنا گھر

محمد عادل منہاج

گاڑی کے بریک زور سے چرچرائے بارہ تیرہ سالہ لڑکا گاڑی سے ٹکرا کر سڑک پر گر پڑا ’مار دیا مار دیا ‘ کی روایتی آوازیں گونجیں اور لوگ جمع ہونا شروع ہوگئے گاڑی کا دروازہ فورا ہی کھلا اور اس میں سے چالیس پینتالیس سالہ ایک باوقار سا شخص اترا اور لڑکے کی طرف بڑھا اس نے دیکھا کہ لڑکے کے جسم پر چوٹ کا کوئی نشان نہیں تھا شاید وہ خوف سے بے ہوش ہو گیا تھا

آج کل دیکھ کر تو کوئی گاڑی چلاتا ہی نہیں‘کسی نے تبصرہ کیا’

گاڑی والے نے گھور کر اسے دیکھا اور بولا ’ غلطی اس لڑکے کی تھی

یہ سبز لائٹ روشن ہونے کے باوجود اندھا دھند سڑک پار کر رہا تھا‘

یہ ٹھیک کہ رہے ہیں غلطی بچے ہی کی تھی‘ایک بوڑھا شخص بولا جس کی آنکھوں پر بہت ’ موٹے شیشوں والی عینک تھی

گاڑی والے نے بچے کو اٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا اور بولا ’ یہ صرف خوف سے بے ہوش ہوگیا ہےمیں اسے لے جا رہا ہوں ڈاکٹر کو دکھا دوں گا‘

لوگوں نے جب گاڑی والے کی شرافت دیکھی تو انہیں مزہ نہ آیا اور وہ اسے صلواتیں سنانے کی حسرت لیے ادھر ادھر ہوگئے گاڑی والے نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی چلادی وہ وقتا فوقتا مڑمڑ کر اس پر نظر ڈالتا مگر لڑکا مکمل طور پر بے ہوش تھااس کے جسم پر پھٹے پرانے کپڑے تھےبال گرد سے اٹے ہوئے تھے مگر چہرے پر معصومیت تھی

جلد ہی کار ایک متوسط مگر صاف ستھرے گھر کے سامنے رکیکار والے نے ہارن بجایا تو گھر کا دروازہ کھلا وہ کار اندر لے گیا

دروازہ کھولنے والے تیرہ چودہ سالہ لڑکے نے دروازہ بند کیا اور پھر چونک کر بولا’ارے یہ لڑکا کون ہے؟‘

پہلے تم ڈاکٹر کو فون کر کے بلالو‘ کار والا بولا اور لڑکے کو کندھے پر اٹھائے کمرے میں ’ داخل ہوگیا

کمرے میں ایک اور لڑکا بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا’ اباجان ہی تھے نا وقاص‘وہ کتاب پر ’ سے نظر اٹھائے بغیر بولا

ہاں بھئی میں ہی ہوں‘ کار والے نے جواب دیا’

ارے یہ آپ کے کندھے پر کون ہے؟‘ وہ چونکا’

گاڑی سے ٹکرا کر بے ہوش ہوگیا ہےوقاص ڈاکٹر کو فون کر رہا ہے‘اس نے لڑکے کو پلنگ ’ پر لٹاتے ہوئے جواب دیا

اوہ !' اس کے منہ سے نکلا اسی وقت وقاص بھی اندر داخل ہوا'
فون کردیا ہے اباجان' اس نے کہا'
اچھا نوید ذرا ایک گلاس پانی تو لے آؤ 'کار والے نے کہا تو دوسرا لڑکا اٹھ کر پانی لینے چل ' دیا

کوئی فکر کی بات نہیں نواز صاحبیہ واقعی حادثے کی دہشت سے بے ہوش ہوگیا ہےمیں نے ' سکون کا انجکشن لگا دیا ہےیہ جلد ہی ہوش میں آجائے گا'ڈاکٹر اپنے آلات سمیٹتے ہوئے بولا
شکریہ ڈاکٹر صاحبیہ ہوش میں آوے تو پتہ چلے گا کہ کون ہےاس کے گھر والے بھی پریشان ' ہورہے ہوں گے' کار والا یعنی نواز صاحب نے کہا

اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟' نواز احمد بولے'
ٹھیک ہوں آپ کون ہیں؟' لڑکا پریشان ہوکر بولا'
گھبراؤ نہیں تم گاڑی سے ٹکرا کر بے ہوش ہوگئے تھےتم اب بالکل ٹھیک ہو یہ بتاؤ تمہارا ' گھر کہاں ہے؟' نواز احمد نے پوچھا
گھر' لڑکے کے منہ سے نکلااس کی آنکھوں می ں ویرا نی سی چھاگئی'
ہاں گھر تمہارا گھر 'وقاص نے کہا'
میرا گھر پتہ نہیں' اس کے منہ سے نکلا'
پتہ نہیں کیا مطلب ! تم کہاں رہتے ہو؟' نوید نے حیرت سے پوچھا'
استاد کے پاس' لڑکے نے جواب دیا'
کون استاد؟' نواز احمد الجھن میں پڑ گئے'
وہ وہاں اور لڑکے بھی ہیں ہم سب گاڑیاں صاف کرتے ہیں' اس نے بتایا'
'آئی سی تمہارے والدین نہیں ہیں کیا؟'
لڑکا چپ رہا
شاید انتقال کر گئے ہیں' نوید دکھ بھرے لہجے میں بولا'
نہیں تو' لڑکا جلدی سے بول اٹھا'
تو پھر تمہارے والدین کہاں ہیں؟' وقاص نے حیرت سے پوچھا'
وہ پتہ نہیں ' لڑکا شش و پنج میں مبتلا تھا'
تم اپنے گھر میں کیوں نہیں رہتے؟' نوید بولا'
لڑکا الجھن میں مبتلا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے
کیا تم گھر سے بھاگے تھے' اچانک نواز احمد نے پوچھالڑکا چونک اٹھا اور بری طرح گھبرا ' گیا
ہوں اب میں سمجھا اصل بات' وہ بولے'
مم میں گھرنہیں جاؤں گا مجھے استاد کے پاس چھوڑ آئیں'وہ خوفزدہ انداز میں بولا'
کیوں؟ تم گھر کیوں نہیں جانا چاہتے؟' نواز احمد بولے'

’وہ وہ مجھے مارتے ہیں‌لڑتے ہیں‘لڑکا بولا

’ہوں‘ اب نواز احمد کی سمجھ میں بات کچھ کچھ آرہی تھی

’ دیکھو بیٹے تم ساری بات مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ کہاں رہتے ہو؟گھر سے کیوں بھاگے؟‘وہ نرم آواز میں بولے

لڑکے نے پریشان ہوکر ان کی طرف دیکھا

’ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہم تمہاری مد د کریں گےشاباش نام کیا ہے تمہارا؟‘ نواز احمد نے شفقت بھرے لہجے میں پوچھا

’یاسر ‘ اس نے آہستہ سے جواب دیا

’ہاں تو یاسر بیٹے یہاں آؤ میرے پاس بیٹھو‘نواز احمد بولے اور یاسر اٹھ کر ان کے پاس چلا آیا

’ہاں بھئی اب سناؤ ساری کہانی ‘وہ بولے

اتنی دیر میں ان کے شفقت بھرے رویے کی وجہ سے وہ کافی پراعتماد ہوگیا تھااس لیے اس نے شاید انہیں ساری بات بتانے کا فیصلہ کر لیاپھر اس کے ہونٹ ہلنے لگے

’ میرے ابو کا نام جمال احمد ہے جمال احمد خانمیں اپنے ابو اور امی کے ساتھ بہت بڑے گھر میں رہتا تھا ہمارا گھر بہت بڑا تھا مگر پورے گھر میں میں اکیلا رہتا تھاابو صبح ہی صبح آفس چلے جاتے تھے اور میری آیا شریفاں بتاتی تھی کہ وہ بہت رات کو واپس آتے تھے جب میں سو چکا ہوتا تھاامی بھی تیار ہوکر کہیں نہ کہیں چلی جاتی تھیں‌جب میں اسکول سے آتا تو آیا مجھے کھانا کھلاتی پھر میں اسکول کا کام کرتامگر اکثر میری سمجھ میں کچھ نہ آتا کوئی مجھے کام نہ کرواتا ابو یا امی سے کہتا تو وہ لڑنے لگتے ‘

یاسر آہستہ آہستہ سارے واقعات بیان کر رہا تھااور گذرے وقت کے سارے لمحات ایک فلم کی طرح اس کے ذہن کے پردہ پر چل رہے تھے

ایک شاندار کمرے کے شاندار صوفے پر یاسر بیٹھا تھاکمرے کی خاموشی میں صرف گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز گونج رہی تھی جس کی بڑی سوئی بارہ اور چھوٹی سوئی گیارہ کے ہندسے پر تھییاسر کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی وہ اپنی نیند سے بوجھل آنکھیں کھولے کتاب پڑھنے کی کوشش کر رہا تھانیند اس پر اپنے کاری وار کر رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور بریف کیس ہاتھ میں اٹھائے جمال احمد خان اندر داخل ہوئے وہ ایک ہاتھ سے اپنی ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرنے میں مصروف تھے ان کی نظر جونہی یاسر پر پڑیں وہ چونک اٹھے اور بریف کیس میز پر رکھتے ہوئے اس کی طرف آئے

’تم ابھی تک جاگ رہے ہو‘ وہ بولے

ان کی آواز سنتے ہی یاسر کی نیند فرار ہوگئی اور وہ بوکھلا کر کھڑا ہوگیا

’مم میں آپ کا انتظار کر رہا تھا ابو‘ اس کے منہ سے نکلا

’ میرا انتظار وہ کس لیے؟ تمہیں کتنی مرتبہ کہا ہے کہ وقت پر سو جایا کرو‘ وہ سختی سے بولے

’ مگر ابو آپ صبح کو بھی جلدی چلے جاتے ہیں مجھے اسکول چھوڑنے بھی نہیں جاتے سب بچے اپنے امی یا ابو کے ساتھ اسکول آتے ہیں‘وہ بولا

’میرے پاس اتنا وقت کہاں‌تمہیں چھوڑنے ڈرائیور جاتا تو ہے پھر کیا تکلیف ہے‘ وہ بولے

یاسر شش و پنج کے عالم میں کھڑا رہاشاید وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا

اب کیا پریشانی ہے جا کر سو جاؤ‘ جمال احمد نے کہا’

ابو کل ہمارے اسکول میں پیرنٹ ڈے ہےآپ آپ بھی چلیے گا پچھلے سال بھی آپ نہیں گئے ’ تھے‘ اس نے جلدی جلدی کہا

میں میں کیسے جا سکتا ہوں یہ اسکول والے بھی کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہیں اپنی امی کو ’ ساتھ لے جانا اور ہاں وہ ہیں کہاں؟‘ انہوں نے چونک کر پوچھا

پتہ نہیں‘ یاسر نے مایوسانہ انداز میں جواب دیا’

اسی وقت دروزہ کھلا اور ایک خاتون قیمتی کپڑوں میں ملبوس اور زیورات سے لدی پھندی اندر داخل ہوئیں

تم اس وقت کہاں سے آرہی ہو؟ٹائم پتہ ہے کیا ہوا ہے‘ جمال احمد بولے’

کیا ہوا گیارہ ہی تو بجے ہیںپارٹی میں دیر تو ہو ہی جاتی ہے‘ بیگم جمال نے خود کو صوفے ’ پر گراتے ہوئے کہا

پھر بھی خیال کیا کرو دیکھو یاسر ابھی تک جاگ رہا ہے‘ وہ بولے’

یاسر‘ ان کی نظر پہلی بار اس طرف پڑی’ارے تم سوئے نہیںاس شریفاں کو ہزار بار کہا ہے ’ کہ اسے وقت پر سلادیا کرے مگر یہ آج کل کے نوکر تو بسکہاں ہے یہ کم بخت‘ وہ غصے میں بولیں

’سارا گھر ملازموں پر چھوڑنا ٹھیک نہیں ہوتاخود بھی کچھ دھیان رکھنا چاہیے’

آپ کا مطلب ہے کہ میں گھر میں بیٹھ کر جھاڑو پونچھا کروں‘ وہ بھنا کر بولیں’

میں اس وقت تھکا ہوا ہوں لڑنے کے موڈ میں نہیںصبح یاسر کے ساتھ اسکول چلی جانا پیرنٹ ’ ڈے ہے‘ جمال احمد بولے اور بریف کیس اٹھا کر کمرے سے نکل گئے

کل؟ کل بھلا میں کس طرح جا سکتی ہوںکل تو مجھے حقوق نسواں پر تقریر کرنے ایک ’ تقریب میں جانا ہےیاسر جا کر سو جاؤ صبح شریفاں کے ساتھ چلے جانا‘ بیگم جمال بھی کمرے سے نکل گئیں اور کمرے میں پھر یاسر رہ گیا یا پھر گھڑی کی ٹک ٹک

یاسر سر جھکائے اپنے کمرے میں داخل ہوا اور بستر میں گر گیااس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر بستر میں جذب ہونے لگے مگر بستر شاید ان آنسوؤں کا عادی ہوچکا تھا اس نے بالکل برا نہیں منایا

مس ‘(What do you know about your country) وٹ ڈو یو نو اباؤٹ یور کنٹری’ کی آواز کلاس میں گونج رہی تھی سب بچوں کے ہاتھ چل رہے تھے یاسر سوچوں میں گم تھا اور اس ک ہاتھ میں موجود قلم کاپی پر ادھر سے ادھر سیر کر رہا تھا مس کی نظر اس پر پڑی تو وہ چونک اٹھیں

یاسر‘ انہوں نے پکارا مگر اسے شاید سنائی نہیں دیا’

یاسر‘ وہ زور سے بولیں’

جج جی مس ‘ یاسر گڑبڑاگیا’

تم لکھ نہیں رہے‘ مس اس کے قریب آتے ہوئے بولیں’

لکھ رہا ہوں مس‘ وہ گھبرا کر بولا’

’ کیا لکھ رہے ہو دکھاؤ ‘مس نے اس کی کاپی اٹھائی جس پر کسی نجومی کے زائچے کی طرح آڑی ترچھی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں نجومی کے زائچے کی لکیریں تو قسمت کا حال بتاتی ہیں مگر یہ لکیریں یاسر کی محرومیوں کا حال سنا رہی تھیں لیکن مس کو لکیروں کی زبان نہیں آتی تھی لہٰذا وہ چلائیں

’یہ تم کیا کر رہے ہو؟کیا تم پڑھائی میں سیریس نہیں ہوادھر جا کر کھڑے ہوجاؤ‘

یاسر مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑا ہوگیا

بیگم جمال صوفے پر نیم دراز کوئی میگزین پڑھ رہی تھیں میگزین سے ہٹ کر ان کی نظریں دروازے کی طرف گئیں یاسر بستہ اٹھائے آہستہ آہستہ اندر داخل ہورہا تھا اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے

’ارےیاسر تم! کیا ہوا تمہیں؟ادھر آؤ‘ وہ بولیں

یاسر کسی شکستہ خورد انسان کی طرح سست قدموں سے ان کی طرف آیا اور بستہ میز پر رکھ دیا

’کیا بات ہے اتنے پریشان کیوں ہو؟‘ انہوں نے حیرت سے پوچھا

یاسر نے بستے میں ہاتھ ڈالا اور ایک کارڈ نکال کر ان کی طرف بڑھادیا

’ کیا ہے یہ؟ ارے تہ تو تمہارا رزلٹ کارڈ ہےیہ یہ کیا؟ تم تو فیل ہوگئے ہو!وہ بھی چار مضامین میں! مائی گاڈ یہ ہے تمہارا رزلٹ‘ وہ غصے میں بولیں

’امی مگر وہ‘ یاسر نے گھبراہٹ میں کچھ کہنا چاہا مگر بیگم جمال نے اس کی بات کاٹ دی

’ اب کیا اگر مگر کر رہے ہوآنے دو اپنے باپ کو انہیں دکھاؤں گی تمہارے کرتوت‘ انہوں نے غصے میں رزلٹ کارڈ پٹخا

یاسر صوفے میں دبکا بیٹھا تھا کہ بیرونی دروازے سے جمال احمد اندر داخل ہوئے ساتھ ہی اندرونی دروازے سے بیگم جمال نمودار ہوئیں اور انہیں دیکھ کر چونکیں

’آج آپ جلدی کس طرح آگئے‘

’ایک میٹنگ کینسل ہوگئی تھیکیوں تم کیوں پوچھ رہی ہو‘ وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے

’یہ لیجیے ملاحظہ فرمائیے اپنے بیٹے کی کارکردگی‘ بیگم جمال نے رزلٹ کارڈ انہیں تھمایا

’یہ یہ کیا! تم فیل کس طرح ہوگئے؟‘ وہ چونک کر کھڑے ہوگئے

’مم مجھے کوئی پڑھاتا نہیں تھاکام نہیں کرواتا تھا‘ یاسر گھبرا کر بولا

’اور اسکول میں تم کیا جھک مارتے تھے‘ جمال احمد غصے سے بولے

’ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا ابو کہ کام کیسے کروںکوئی مجھے کچھ نہیں بتاتا تھامیں میں‘ یاسر روہانسا ہوگیاتھااسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنا مسئلہ انہیں کس طرح سمجھائےجس کے وہ خود ذمہ دار تھے

’ یہ سب تمہاری لاپرواہی کا نتیجہ ہےتم اس پر بالکل توجہ نہیں دیتیںہر وقت اپنی پارٹیوں میں مصروف رہتی ہو‘ وہ گرجے

’ بہت خوب اور خود تو جیسے ہر وقت اسے گود میں اٹھائے پھرتے ہیں صبح کے نکلے رات کو واپس آتے ہیں آپ نے تو اس گھر کو ہوٹل سمجھ رکھا ہے‘وہ طنزیہ لہجے میں بولیں

بچے پالنامیرا کام نہیں‌میں اتنی محنت کرتا ہوں جبھی اتنی آسائیشیں مل رہی ہیں ورنہ بھوکوں ' مرتے'

'میں آپ کی محنت سے خوب واقف ہوں‌کون سا ناجائز کام ہے جو آپ نہیں کرتے'

میرے غصے کوآواز مت دو' وہ گرجے'

مجھے غصہ دکھانے کی ضرورت نہیں میں آپ کی غلام نہیں آپ کا سارا بزنس میری وجہ '

'سے قائم ہےیہ سارا پیسہ میرے باپ نے دیا ہے ورنہ آپ سڑکوں پر مارے مارے پھرتے تھے

او شٹ اپیکواس بند کرو' انہوں نے غصے میں رزلٹ کارڈپھینک مارا'

ابو' یاسر کے منہ سے خوفزدہ آواز میں نکلا'

تم دفع ہوجاؤ یہاں سے' ایک زور دار تھپڑ اس کے منہ پر لگا اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی ' اور وہ اندھا دھند باہر کی طرف دوڑا

یاسر' بیگم جمال چیخیں مگر وہ گھر سے باہر نکل چکا تھا اور سڑک پر بھاگا جا رہا تھا'

رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا سڑک پر اکا دکا گاڑیاں آجارہی تھیں یاسر فٹ پاتھ پر چلا جا رہا تھاوہ سست روی سے قدم اٹھا رہا تھاچلتے چلتے وہ ایک نسبتا غیر آباد علاقے میں آگیا جہاں فاصلے فاصلے پر کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں یاسر کے قدم لڑکھڑارہے تھے اور پھر وہ ایک کوٹھی کے قریب گر پڑا اسے کچھ ہوش نہ رہا

رات گذر گئی اور سورج اپنی کرنیں بکھیرنے کی تیاری کرنے لگا چڑیوں نے چہچہانے کے لیے پر تولے اور ایک نئی صبح کا آغاز ہوگیادھوپ نے اپنا سفر شروع کیا اور آہستہ آہستہ یہ کوٹھی بھی پوری طرح روشن ہوگئی جس کے باہر لگی تختی پر 'علی جاہ' کا نام لکھا تھا کوٹھی کا چھوٹا دروازہ کھلا اور ایک ملازم باہر نکلا اس نے ایک انگڑائی لی اور آگے بڑھا مگر پھر ٹھٹھک کر رک گیا

یا اللہ‌رحم یہ لڑکا کون ہے' اس کے منہ سے نکلاوہ یاسر کے قریب اکڑوں بیٹھ گیا اور اسے ' ہلانے جلانے لگا

'اےاٹھو کون ہو تمکیسے مزے سے سو رہے ہو'

یاسر ہلا جلا اور پھر آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھاچند لمحے وہ خالی خالی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر ایک دم چونک اٹھااسے گذشتہ رات کے سارے واقعات یاد آگئے تھے

کیا پٹر پٹر دیکھے جا رہے ہکون ہو تم؟' ملازم نے پوچھا'

یاسر' اس کے منہ سے ایک دم نکلا'

اچھا تو یاسر میاں یہاں کیا کر رہے ہو؟' ملازم بولا'

سو رہا تھا ' وہ خوفزدہ انداز میں بولا'

'جواب تو خوب دے رہے ہوارے یہاں کیوں سو رہے تھے گھر کہاں ہے تمہارا'

گھر' یاسر کے منہ کھوئے کھوئے انداز میں نکلا'

ہاں گھر کیا تم اکیلے ہو؟' ملازم نے پوچھا تو یاسر نے ہاں میں سر ہلادیا'

تمہارا کوئی گھر کوئی عزیز رشتے دار' اس نے پوچھا'

یاسر نے چند لمحے سوچا اور پھر انکار میں گردن ہلادی

’ لگتا ہے تم بھی میری طرح لاوارث ہوخیر یہ بتاؤ کام کرو گے‘اس نے یاسر کو غور سے دیکھا

’کام ہاں کروں گا‘ یاسر نے بلا سوچے سمجھے گردن ہلادی

’ہوںآؤ میرے ساتھ اب تم اکیلے نہیں ہو‘ ملازم اسے لے کر اندر داخل ہوا
ایک کمرے میں صوفے پر نیم دراز ایک شخص اخبار پڑھ رہا تھاآہٹ سن کر وہ چونکا

’ارے تم ابھی تک یہیں ہو اور یہ بچہ کون ہے؟‘ اس نے پوچھا

’ میری طرح لاوارث ہے صاحباسے ملازم رکھ لیںآپ کو اوپر کے کاموں کے لیے ملازم کی ضرورت ہے نا‘ اس نے سفارش کی

’ہاں ضرورت تو ہے مگر یہ ہے کون رہتا کہاں ہے؟‘ وہ شخص یعنی علی جاہ بولا

’صاحب اب یہ میرے ساتھ ہی رہے گا‘ملازم نے جواب دیا

’چلو ٹھیک ہے پھر اسے کام سمجھادو‘علی جاہ نے کہا

’اے جلدی سے چائے لے کر آؤ‘ علی جاہ بولا

’اچھا جی‘ یاسر نے کہا اور باورچی خانے کی طرف چلا

’ یاسر کے بچے کدھر گھوم رہے ہویہ لو جلدی سے بوٹ پالش کرو‘ علی جاہ کے لڑکے ریاض نے اسے بوٹ پکڑائے

’میں نے صاحب کو چائے دینی ہے‘ یاسر نے کہا

’پہلے بوٹ پالش کرو جلدی‘ ریاض غرایا یاسر گھبرا کر بوٹ پالش کرنے لگا

’یاسر کدھر مر گئےچائے ابھی تک نہیں لائے‘ علی جاہ کی آواز گونجی
یاسر نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر باورچی خاے کی طرف دوڑا ملازمہ سے چائے لی اور علی جاہ کو دے کر واپس آیا

’ ابھی تک چکر لگاتے پھر رہے ہوبوٹ یونہی پڑے ہیںجلدی کرو میرے دوست آنے والے ہیں‘ ریاض غصے میں بولا اور یاسر کے ہاتھ جلدی جلدی چلنے لگے

’ لاؤ دو میرے دوست آبھی گئےتم سے کوئی کام نہیں ہوتا‘ ریاض نے بوٹ اس سے چھینے اور ایک ہاتھ اس کے سر پر جڑ دیا جو شاید بوٹ پالش کرنے کا انعام تھا

’لڑکے تم یونہی کھڑے ہوچلو صفائی کرو کمرے کی‘ بیگم علی جاہ بولیں

’جیمیں ناشتہ کرلوں‘یاسر بے چارگی کے عالم میں بولا

’ کام وام کچھ کیا نہیں اور ناشتے کی پڑی ہےابھی سے پر پرزے نکالنے لگے چلو پہلے صفائی کرو کمرے کیٹھیک طرح کرنا ورنہ دھکے دے کر نکال دوں گی‘بیگم جاہ بڑبڑاتے ہوئے چلی گئیں
یاسر کی آنکھیں ڈبڈبارہی تھیںوہ کپڑا لے کر میزیں کرسیاں صاف کرنے لگا اس کا بھوک کے مارے برا حال تھا مگر اس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے اسے یاد آرہا تھا کہ جب وہ صبح صبح اٹھتا تھا تو شریفاں اسے ناشتہ کرواتی تھی اور پھر وہ مزے سے اسکول چلا جاتا تھامگر جونہی اسے امی ابو کا خیال آتا اور ان کے جھگڑوں کا خیال آتا تو سارا زمہ کرکرا ہوجاتا اور گھر کا خیال اس سے ذہن سے نکل جاتا

لڑکے کیا سوچ رہے ہو؟ابھی تک صفائی نہیں ہوئیکس نکمے سے پالا پڑا ہےہاتھوں میں تو ' یسے جان ہی نہیں اس کے' بیگم جاہ نے غصے میں کہا تو یاسر کے ہاتھ پھر کسی روبوٹ کی طرح چلنے لگےمگر وہ روبوٹ نہیں انسان تھا اس لیے اس کے ہاتھوں میں درد بڑھنے لگا

ناشتے کی طلب بڑھنے لگی لیکن ان لوگوں کے خوف سے وہ سر جھکائے کام کرنے پر مجبور تھا

بیگم علی جاہ کمرے میں داخل ہوئیں پرس شوکیس پر رکھا اور اے سی آن کر کے اس کے سامنے کھڑی ہوگئیں‌پھر کوئی خیال آنے پر کمرے سے چلی گئیں ان کے جانے کے بعد یاسر کمرے میں داخل ہوا اس کے ہاتھ میں کچھ تازہ پھول تھے اس نے وہ پھول گلدان میں لگانا شروع کیے اسی وقت بیگم علی جاہ پھر کمرے میں آئیں اور کانوں سے بڑے بڑے جھمکے اتار کر شوکیں کے دراز میں رکھےپھر اپنی انگلیوں کی طرف دیکھا اور پرس کھول کے اس کا جائزہ لیا یاسر پھول گلدان میں لگا کر واپس جا رہا تھا

اے لڑکے سنو'بیگم علی جاہ بولیں‌یاسر رک گیا اور ان کی طرف دیکھنے لگا'

تم نے میرا پرس کھولا تھا' وہ اسے گھورتے ہوئے بولیں'

جج جی نہیں تو میں نے تو ہاتھ بھی نہیں لگایا' وہ کانپ کر بولا'

جھوٹ مت بولو تم نے اس میں سے میری انگوٹھی نکالی ہے' وہ دھاڑیں'
کمرے کا دروازہ کھلا اور علی جاہ اندر داخل ہوا

'کیا ہوا بیگم کیوں چلا رہی ہو؟'

اس نے میری انگوٹھی چرائی ہے' انہوں نے یاسر کی طرف اشارہ کیا'

نہیں‌نہیں میں نے کچھ نہیں چرایا' وہ روتے ہوئے بولا'

جھوٹے مکار میں پرس کمرے میں رکھ کر ایک منٹ کے لیے باہر گئی اور جب واپس آئی تو '

'انگوٹھی غائب تھیکمرے میں یہی تھا کون چرا سکتا ہے اس کے سوا

ہوں تو یہ بات ہےاسی لیے تم لوگوں کے گھوں میں نوکریاں کرتے پھرتے ہو تاکہ وہاں سے ' چیزیں چرا کر بھاگ جاؤ عادی چور معلوم ہوتے ہو' علی جاہ نے اسے گھورا

نہیں میں عور نہیں ہوں میں نے کچھ نہیں چرایا'اس نے زور سے نفی میں گردن ہلائی'

بکواس بند کرو' علی جاہ نے اس کا گریبان پکڑ لیا'سیدھی طرح انگوٹھی واپس کردو ورنہ مار '

'مار کر بھرکس نکال دوں گا

مم میں نے نہیں چرائی نہیں چرائی' وہ روتے ہوئے بولا'

تم یوں نہیں مانو گے' علی جاہ نے اس پر تھپڑوں کی بارش کرتے ہوئے کہایاسر کی چیخیں ' بلند ہونے لگیں

اسے پولیں کے حوالے کرنا ہوگا' بیگم علی جاہ بولیں‌اسی وقت ملازم کمرے میں داخل ہوا اور ' اندر کا منظر دیکھ کربھونچکا رہ گیا

کہاں تھے تم؟' علی جاہ نے پوچھا'

بل جمع کرانے گیا تھا صاحباور ہاں یہ انگوٹھی مجھے برآمدے میں پڑی ملی ہے' اس نے ' ایک انگوٹھی بیگم علی جاہ کی طرف بڑھائی

انگوٹھی! برآمدے میں! اوہ شاید یہ میری انگلی سے نکل کر گر گئی ہوگیکچھ ڈھیلی تھی '
یہ'انہوں نے انگوھی اس سے لے لی
تو اس پر الزام لگانے کی کیا ضرورت تھی' علی جاہ بھنا کر بولے'خواہ مخواہ اسے مار '
پڑوائی'
اوہوبڑی ہمدردی ہورہی ہے اس سے' بیگم علی جاہ نے انہیں گھورا اور کمرے سے نکل '
گئیںعلی جاہ بھی برا سا منہ بنا کر نکل گئے اور یاسر کھڑا سسکیاں لیتا رہا
کیا بہت مارا ہے' ملازم اس کے قریب آکر ہمدردی سے بولا'
ہاں وہ مجھے چور کہ رہے تھے' وہ روتے ہوئے بولا'
بس چپ کر جاؤ یار یہ بڑے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیںجب چاہیں جس کو چاہیں بے عزت '
کردیںملازم تو ان کی نظر میں پالتو جانور سے بھی کمتر ہوتا ہے'ملازم دکھ بھرے لہجے میں
بولا اور یاسر کو اپنے کمرے میں لے آیا جو کوٹھی سے ہٹ کر ایک طرف کو بنا ہوا تھا
تم لیٹ جاؤ یہاں آرام سے' ملازم اسے لٹا کر چلا گیا'
یاسر بستر میں لیٹا اس گھر میں گذارے ہوئے دو دنوں کے متعلق سوچتا رہاپھر وہ بستر سے
اٹھا اور کمرے سے باہر نکل آیاسوچ میں گم وہ چلتا جا رہا تھا کہ ایک دم رک گیااس نے دیکھا
کہ کوٹھی کا دروازہ کھلا تھا اور آس پاس کوئی نہ تھااس نے ایک فیصلہ کر لیا اور کوٹھی سے
نکل گیا

ہوں تو پھر تم ان کے گھر سے بھی بھاگ گئے' نواز احمد بولےوہ تینوں غور سے یاسر کی '
کہانی سن رہے تھے
جی ہاں وہاں سے نکل کر میں بے مقصد ادھر ادھر گھومتا رہاایک گلی میں مڑا تو ایک لڑکا '
بھاگتا ہوا میری طرف آیا 'یاسر نے ماتھے سے پسینہ پونچھا اور پھر گذرے وقت کو آواز دینے
لگا

وہ لڑکا بھاگتا ہوا گلی میں داخل ہوا اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر یاسر کی طرف بڑھا
ذرا یہ پکڑنا' اس نے ایک پرس یاسر کے ہاتھ میں تھمایا یاسر نے بلا سوچے سمجھے پرس '
پکڑ لیا مگر پھر ایک دم خوفزدہ ہوگیااسے بیگم علی جاہ یاد آگئیںاس نے پرس واپس کرنا چاہا
مگر وہ لڑکا تو پرس اسے تھما کر رفو چکر ہوگیا تھایاسر نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا اسی
وقت دوڑتے قدموں کی آواز آئی اور بہت سے لوگ گلی میں داخل ہوئے
یہ رہا پکڑلو اسے'آوازیں گونجیںیاسر نے گھبرا کر پرس پھینک دیا اور بھاگنے کا ارادہ کیا '
مگر لوگوں نے اسے پکڑ لیا
کہاں تک بھاگو گے اچکے عمر دیکھو اور کرتوت دیکھوابھی سے یہ حالت ہے تو آگے جا کر '
کیا گل کھلائے گا' ملی جلی آوازیں گونج رہی تھیں اور یاسر کی حالت غیر ہورہی تھی
اسی وقت ایک خاتون گلی میں داخل ہوئیں اور غصے میں بولیں'ہوں تو پکڑا گیا یہ پرس کہاں
ہے میرا'
یہ لیں جی' ایک صاحب نے پرس ان کی طرف بڑھا دیا'

آج کل کے لڑکوں کی حرکتیں دیکھوکیسے چھلاوے کی طرح ہاتھ مار کر غائب ہوگیا تھا یہ '
ارے یہ کیا!'اچانک وہ خاتون چونکیں

'کیا ہوا'

اس میں سے ہزار روپے غائب ہیں' وہ چلائیں'

اوئے نوٹ کدھر ہے؟' ایک شخص نے یاسر کو گریبان سے پکڑ کر کھینچا'

میں نے کچھ نہیں کیا یہ تو ایک لڑکا مجھے پکڑا کر بھاگ گیا ہے' یاسر اس نئی افتاد سے '
بری طرح گھبراگیا تھا

ذیادہ بکواس مت کرو تلاشی لو اس کی'لوگوں نے اس کی جیبیں ٹٹول کر دیکھیں مگر وہ تو '
اس طرح خالی تھیں جیسے اس کی زندگی سے خوشیاں

دیکھو میرا نوٹ مل جاناچاہیے ورنہ پولیس کے حوالے کردوں گی' خاتون غرائیں'

یہ کیا ہورہا ہے؟' ایک آواز گونجیسب نے مڑ کر دیکھا ایک پولیس جیپ گلی کے کونے پر آکر '
رکی تھی اور ایک سپاہی اس طرف آرہا تھا

یہ لڑکا میرا پرس چھین کر بھاگا تھا میرے پرس سے ہزار کا نوٹ اس نے غائب کردیا ہے' '
خاتون جلدی جلدی بولیں

ہوں اتنی سی عمر میں غندہ گردیچلو سیدھی طرح بتاؤ کدھر ہے نوٹ' یاسر کو قانون کے دو '
ہاتھوں نے جکڑ لیا

میرے پاس نہیں ہےمیں نے پرس نہیں چھینا یہ تو اس لڑکے نے مجھے پکڑادیا تھا' یاسر کے '
آنسو اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے

یہ سیدھی طرح نہیں بتائے گا عادی معلوم ہوتا ہے اوئے گھر کہاں ہے تمہارا' سپاہی نے پوچھا '
پھر وہی سوال جس کا کوئی جواب اس کے پاس نہ تھا

جواب کیوں نہیں دیتا گھر کہاں ہے تمہارا؟' اس نے یاسر کو جھنجھوڑا اور یاسر ہچکیاں لیتا '
رہا

'میں نے کہا نا یہ عادی چور معلوم ہوتا ہے اسے حوالات کی سیر کرانا ہوگی'

یہ اس کی پہلی رات تھی جو حوالات میں گذر رہی تھی اس نے تو کبھی حوالات کا نام بھی نہیں
سنا تھا جہاں وقت نے آج اسے پہنچادیا تھاحوالات میں اس کے علاوہ چار پانچ بڑی عمر کے
لڑکے تھے

کیوں بھئی چھوٹے کیسے آنا ہوا؟' ایک لڑکے نے پوچھایاسر نے خوفزدہ نگاہوں سے اس کی '
طرف دیکھا

بھئی یہ تو ہم سے بھی تیز نکلا اس کی عمر میں تو ہم بہت شریف تھے'دوسرا ہنسا'

شریف تو ہم اب بھی ہیںکون کہتا ہے کہ ہم بدمعاش ہیں' ایک لڑکا دھاڑا'

آہستہ بولو ورنہ دھکے دے کر باہر نکال دیں گے'پہلے نے تنبیہ کی'

ارے باپ رے' وہ بوکھلا کر چپ ہوگیا'

اسی وقت قدموں کی آواز ابھری اور ایک کانسٹیبل حوالات کا دروازہ کھولنے لگاسب انسپکٹر '
اور ایک شخص کھڑے قریب ہی باتیں کر رہے تھے

جناب آپ فون کردیتے آپ نے ناحق تکلیف کی‘ سب انسپکٹر بولا’

تمہیں پتہ نہیں تھا کہ یہ میرا بھتیجا ہےاسے پکڑنے کی جرات کیسے ہوئی تمہیں؟‘ وہ شخص ’
بہت غصے میں تھا

میں معافی چاہتا ہوں جناب دراصل یہ لڑکے جوا کھیل رہے تھے اور آج کل بڑی سختی ہو رہی ’
ہے اس لیے کاروائی ڈالنی پڑتی ہے‘ سب انسپکٹر بولا

آہا انکل بڑے موقعے پر آئے ورنہ آج رات حوالات میں گذارنا پڑتی‘ ایک لڑکا چہک کر بولا’

اوئے تم بھی اپنی حرکتیں درست کرو بار بار مجھے پریشان کرتے ہو‘وہ شخص منہ بنا کر ’
بولا

مم میں تو صرف دیکھ رہا تھا انکل‘ لڑکا فورا بھیگی بلی بن گیا’

اچھا اچھا چلو اب‘ وہ شخص لڑکے کو لے کر چل دیا’

کرم دین‘ سب انسپکٹر بولا’

جی سر‘ کانٹیبل نے جواب دیا ’

چلو کسی اور کو پکڑ کر لائیں گنتی بھی تو پوری کرنی ہے‘ وہ بولا’

یاسر کو حوالات میں گھبراہٹ ہونے لگی اسے گھر کی یاد ستانے لگی وہ کس دوراہے پر آکھڑا ہوا تھاکہیں کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھارات گذر رہی تھی اور نیند اس پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہی تھی نیند جو سولی پر بھی آجاتی ہے یہ تو پھر حوالات تھی

یاسر آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھاقیامت سی رات گذر چکی تھی اس نے پریشان ہوکر ادھر ادھر دیکھاباقی لڑکے پڑے سو رہے تھے اس نے سلاخوں کو پکڑ کر زور زور سے ہلایا مگر سلاخیں اس پر ہنس دیں‌وہ پریشان سا ہوکر بیٹھ گیا وہ ایک بار پھر رو دینے کو تھا نہ جانے کتنی دیر اسی ھرح گذر ی تھی کہ قدموں کی آوازیں گونجیں

دیکھ لیں سر کتنے چور اچکے پکڑ لیے ہیں‌بڑے صاحب ہماری کارکردگی سے یقینا خوش ’
ہوں گے‘ سب انسپکٹر کہ رہا تھا

یہ تو اب ان کے راؤنڈ لگا نے پر پتہ چلے گا ارے یہ بچہ کون ہے؟‘ انسپکٹر حوالات میں یاسر ’
کو دیکھ کر چونکا

چور ہے جی پرس چھین کر بھاگ رہا تھا بڑی مشکل سے پکڑا ہے اسے‘سب انسپکٹر نے ’
شیخی بگھاری

اؤے تمہارا دماغ تو نہیں چل گیااتنے سے بچے کو پکڑ کر بند کردیا تمہیں پتہ نہیں صاحب کے ’
ساتھ انسانی حقوق والے بھی راؤنڈ پر آئیں گے‌وہ تو اسے دیکھ کر شور مچادیں گے‌چلو اسے
باہر دھکا دو‘ انسپکٹر غصے میں بولا

بہتر سر‘ سب انسپکٹر نے کہا پھر وہ کانٹیبل کی طرف مڑ کر غصے سے بولا’ سنا نہیں تم ’
‘نے باہر نکالو اسے بہرے ہوگئے ہوکیا

کانسٹیبل نے فورا دروازہ کھول کر یاسر کو باہر نکالا اور ایک ہاتھ اس کے سر پر جما کر
‘بولا’ چلو بھاگ جاؤ یہاں سے

باہر صبح کا اجالا پوری طرح پھیل چکا تھامگر یاسر کی قسمت میں ابھی اندھیرا ہی تھالوگ آجا رہے تھے گاڑیوں کے ہارن زور دار انداز میں بج رہے تھے‌ہر کسی کو جلدی تھییاسر کو

حوالات سے نکلنے کی تو بہت خوشی تھی مگر اس کے سامنے کوئی راستہ نہ تھاوہ کہاں جائے؟ اسے وقت اسے ایک اور خیال آیا اور وہ پریشان ہوگیاوہ اب اس چیز کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کی خاطر ہم ہر جائز ناجائز کام کرنے پر تیار ہوجاے ہیں اور وہ ہے بھوک!

اس نے ڈھیلا ڈھالا لباس پہنا ہوا تھاگلے میں مفلر لپیٹا تھا سامنے میز پر آلو قیمے کی پلیٹ تھی اور ہاتھ میں روٹی وہ کھانے سے پوری طرح انصاف کر رہا تھاروٹی ہاتھ سے رکھ کر اس نے گلاس اٹھایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر کے میز پر رکھ دیااسی وقت اس کی نظر سامنے پڑیکچھ فاصلے پر ایک لڑکا کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھااس شخص نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا یاسر ڈرتے ڈرتے اس کے قریب آیا

پیاس لگ رہی ہے؟' اس نے پوچھا تو یاسر نے اثبات میں سر ہلایا'

لو پانی پیو' اس نے گلاس بھر کر یاسر کو دیا جو جلدی جلدی پانی پینے لگاپانی اس کے ' ہونٹوں سے بہتا ہوا گریبان کو گیلا کرنے لگا

تم تو بھوکے بھی معلوم ہوتے ہو آؤ بیٹھ جاؤ یہ لو روٹی کھالو'اس شخص نے روٹی اس کی ' طرف بڑھائییاسر نے حیرت اور للچائی ہوئی نظروں سے روٹی کی طرف دیکھا

ڈرو نہیں کھالو' اس شخص نے اس کی ہمت بندھائی'

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں اور بھوکا کیا چاہے دو روٹییاسر بیٹھ گیا اور مر بھوکوں کی ہرح روٹی کھانے لگا وہ صبح سے یونہی بھوکا پیاسا پھر رہا تھا

اب بتاؤ تم کون ہو؟' کھانے کے بعد اس شخص نے پوچھا'

میں اکیلا ہوں' چند دن کے تجربے نے اسے بہت کچھ سکھادیا تھا'

ہوں تو یہ بات ہےکام کرو گے؟' اس نے پوچھا'

آپ ماریں گے تو نہیں؟' اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا'

میں میں بھلا کیوں ماروں گا تمہیں؟'وہ مسکرا کر بولا'

سب مجھے مارتے ہیں مجھے چور کہتے ہیں' یاسر بولا'

جن کے اپنے دلوں میں چور ہوتا ہے وہ ساری دنیا کو چور سمجھتے ہیں تم فکر نہ کرو میرے ' پاس آرام سے رہو گےمیرے پاس اور بھی لڑکے ہیں سب تمہای طرح بے سہارا' اس نے کہا اسے کیا پتہ تھا کہ یہ لڑکا بے سہارا نہیں اس کے سہارے تو تھے مگر بے حد کمزور انہیں خود سہاروں کی ضرورت تھیروحانی اور اخلاقی سہاروں کی

استاد آگئے ارے استاد یہ کون ہے؟' وہ شخص یاسر کو لیے ایک درمیانے درجے کے مکان ' میں داخل ہوااندر تین چار لڑکے بیٹھے تھےایک برتن اٹھا رہا تھا شاید وہ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تھے

آج سے یہ بھی یہیں رہے گاشابو تم اسے کام سمجھادینااچھا بچہ ہے جلد ہی سیکھ جائے گا' ' استاد نے کہا

تم بے فکر رہو استاد' شابو نے کہا'

یہ سب لڑکے چوراہوں پر گاڑیاں صاف کیا کرتے تھے یاسر بھی اس کام پر لگ گیاشابو اس کے ساتھ ساتھ ہی رہتا تھا ابھی یاسر کو سڑکیں پار کرنے کی اتنی پریکٹس نہیں تھی

' تو تو بڑا تیز ہے یار اتنی جلدی ہاتھ چلانے لگا ہے' شابو قہقہہ لگا کر بولا یاسر بھی اداس انداز میں مسکرانے لگا

سورج ڈھلنے گا تو وہ واپس ہوئے شابو اپنے روپے گن رہا تھا

'سن سارے پیسے استاد کو نہ دے دینا کچھ چھپا کر رکھ لینا' شابو نے کہا

'مگر یہ تو بے ایمانی ہےبری بات ہے' یاسر بولا

' بھئی واہ' شابو نے قہقہہ لگایا' ارےبے ایمانی ایمانداری سب بکواس ہے اصل چیز پیسہ ہے پیسہ کیا سمجھے'

وہ مکان میں داخل ہوئے باقی لڑکے بھی آچکے تھے

'آگئے تم بھی کیسا کام کر رہا ہے یہ' ایک لڑکے نے پوچھا

' بڑی چیز ہے یہ کہتا ہے استاد سے پیسے نہ چھپاؤبے ایمانی ہے ہاہاہا' شابو ہنسا باقی سب بھی ہنسنے لگے یاسر پریشان ہوکر انہیں دیکھنے لگا اسی وقت دروازہ کھلنے کی آواز آئی استاد اندر داخل ہورہا تھا سب خاموش ہوگئے

'سب پہنچ گئے ہو ہاں شابو یاسر کیسا چل رہا ہے'استاد نے پوچھا

'استاد گاڑیاں خوب صاف کرتا ہے' وہ بولا

' ہوںچلو نکالو پیسے' اس نے کہا اور سب اسے باری باری پیسے دینے لگےآخر میں یاسر نے اسے پیسے دیے تو وہ بولا' بس اتنے سے پیسے!'

'مجھے اتنے ہی ملے تھے' وہ پریشان ہوکر بولا

'استاد گاڑیاں صاف کرنے پر تو یہی ملے گا' شابو نے کہا

'ہوں خیر چند دن گاڑیاں صاف کرنے دوپھر ہاتھ کی صفائی بھی سیکھ لے گا'استاد بولا

'ہاتھ کی صفائی!' یاسر حیرانگی سے بولا

'ہاں ہاں فکر نہ کرو میں سکھادوں گا' شابو ہنسا

'اب تم لوگ آرام کرو' استاد اندرونی کمرے میں چلا گیا

'یہ استاد کیا کہ رہا تھا؟' یاسر نے پریشان ہوکر پوچھا

' کیوں پریشان ہوتے ہو یار ہاتھ کی صفائی کو عرف عام میں جیب کاٹنا کہتے ہیں' ایک لڑکے نے جواب دیا

'تم لوگ جیبیں کاٹتے ہو' یاسر لرز گیا

' ہاں ہاں ورنہ اتنی کمائی کیسے ہوگی گاڑیاں صاف کر کے ملتا ہی کیا ہے' ایک اور لڑکا لاپرواہی سے بولا

'مم مگر یہ تو اچھی بات نہیں' یاسر بولا

' پھر وہی بکواس اچھی بات بری باتان باتوں میں نہ پڑو اگر تم لوگوں سے چھینو گے نہیں تو تمہیں کچھ نہیں ملے گاکوئی تم پر رحم کھا کر کچھ نہیں دے گاتم بھی بے رحم بن جاؤ جو نہیں دیتا اس سے چھین لو' شابو سفاک لہجے میں بولا

یاسر کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں،اسے بیگم علی جاہ اور دوسرے لوگوں کے جملے سنائی دینے لگے
’ یہ چور ہے چور اس نے میری انگوٹھی چرائی ہے چور میرا ہزار کا نوٹ غائب ہے اسی نے چرایا ہے اوئے اتنی سی عمر میں پرس چھینتے ہویہ تو عادی چور لگتا ہے اسے حوالات لے چلو‘
’ نہیں نہیں میں چور نہیں ہوں میں نے کچھ نہیں چرایا کچھ نہیں‘ یاسر چلا اٹھا اور سب لڑکے اسے حیرت سے دیکھنے لگے

’تیار ہو سب‘ اگلی صبح استاد کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا
’جی استاد سب ناشتہ کرچکے ہیں‘ ایک لڑکا بولا
’ہوں چلو پھر روانہ ہوجاؤ کام پر‘ استاد نے کہا
’استاد اس کا کیا کرنا ہے؟‘شابو نے یاسر کے متعلق پوچھا
’ابھی فی الحال کچھ دن گاڑیاں ہی صاف کرنے دو‘استاد نے کہا
’ مگر استاد میرا خیال ہے کہ یہ اپنے دھندے میں نہیں چل سکے گابہت شریف معلوم ہوتا ہے کہتا ہے کہ جیب کاٹنا بری بات ہے‘ وہ طنزیہ لہجے میں بولا
’ فکر نہ کرو آہستہ آہستہ ٹھیک ہوجائے گاشروع میں سب ہی شریف ہوتے ہیں میں بھی شریف تھا تم بھی شریف تھے مگر جب شرافت کو بزدلی سمجھ لیا جاتا ہے اور شریفوں کو ذلیل کیا جاتا ہے تو پھر شرافت کا لبادہ اتارنا پڑتا ہے ہم دنیا سے انتقام لے رہے ہیں،اس نے ہمرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا‘ استاد بولتا چلا گیا
’ٹھیک کہتے ہو استاد اچھا ہم چلتے ہیں‘ وہ سب باہر نکل گئے
یاسر شابو کے ساتھ جارہا تھا وہ گہری سوچوں میں گم تھا
’کیا سوچ رہے ہو یار کچھ مت سوچو بس پیسے اڑاؤ اور مزے کرو‘ وہ لاپرواہی سے بولا
جلد ہی وہ مقررہ چوراہے پر پہنچ گئے شابو نے اپنا کام شروع کردیا اور یاسر کپڑا ہاتھ میں لیے سوچ رہا تھا اس کی سوچیں گڈ مڈ ہورہی تھیں خیالات درہم برہم ہوہے تھے
’شرافت بزدلی ایمانداری چوری دولت بدلہ ‘
’ میں میں کیا کروں؟؟‘ وہ روہانسا ہوگیااچانک وہ چونک اٹھااس کار میں جمال احمد خان تھے اس کے والد ایک لمحے کو وہ ہکا بکا رہ گیاگھر اس کا گھر مگر لڑائی امی نہیں نہیں میں نے گھر جانا ہے میں چور نہیں بنوں گا ‘
اور پھر ایک ہی لمحے میں سارے فاصلے سمٹ گئےوہ چیخا ’ ابو ابو‘اور کار کی طرف دوڑا شابو اس وقت شکار کی تلاش میں کہیں ادھر ادھر بھٹک رہا تھایاسر تیزی سے سڑک کراس کر کے اس طرف دوڑا مگر اسی وقت اشارہ کھل گیا ایک گاڑی کے بریک زور سے چرچرائے اور وہ گاڑی سے ٹکرا کر گر پڑا
’ماردیا مار دیا ‘ کی روایتی آوازیں گونجیں،اور اسے کچھ ہوش نہ رہا

’ تو یہ ہے تمہاری کہانی تم نے دیکھا کہ گھر سے بھاگ کر تم نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں‘ نواز احمد بولے

’مگر میں گھر میں بھی تو پریشان تھا کوئی میری بات ہی نہیں سنتا تھا‘ یاسر بولا

’ہاں اصل المیہ تو یہی ہے دراصل ہم لوگوں نے دولت کو ہی ہر دکھ کا مداوا سمجھ لیا ہےبعض اوقات انسان دولت کی ہوس میں اتنا آگے نکل جاتا ہے کہ اسے کچھ نظر نہیں آتا اور وہ اپنے سارے فرائض سے غافل ہو جاتا ہے‘نواز احمد نے کہا

’مگر اباجان آخر اس کے والدین نے اس کی تلاش تو کی ہوگی اخبارات میں اشتہار وغیرہ بھی دیے ہوں گےکیا کسی کی نظر ان پر نہیں پڑیعلی جاہ کے گھرانے میں بھی اخبار تو آتا ہوگا‘ وقاص نے کہا

’ہاں مگر کتنے لوگ ایسے اشتہار غور سے پڑھتے ہیں‘ نوید نے منہ بنایا

’ہوں واقعی بیٹے تمہیں اپنے گھر کا پتہ یاد ہے‘نواز احمد نے پوچھا

’جی نہیں گلشن میں کسی جگہ پر ہے‘یاسر بولا

’گلشن وہ تو بہت بڑا علاقہ ہے نوید تم گذشتہ چار پانچ روز کے اخبارات اٹھا لاؤ‘ نواز احمد نے کہا

’جی اچھا ‘ نوید بولا اور جلد ہی اخبارات لے آیااب انہوں نے اخبار کھنگالنے شروع کیے

’ارے یہ ایک گمشدگی کا اشتہار ہے تو سہی تصویر یاسر سے ملتی جلتی ہے‘ وقاص نے اخبار انہیں دکھاتے ہوئے کہا

’دیکھو بیٹے یہ تمہاری ہی تصویر ہے‘ نواز احمد نے اشتہار یاسر کو دکھایا

’جی ہاں یہ کافی عرصہ پہلے عید پر کھنچوائی تھی‘ یاسر نے بتایا

’حیرت ہے انہوں نے نئی تصویر کیوں نہیں دی‘ نوید بولا

’اس کے بعد انہیں تصویر کھنچوانے کا ٹائم ہی نہیں ملا دونوں ہی مصروف جو رہتے ہیں‘یاسر نے کہا

’حیرت ہے ایسی بھی کیا مصروفیتخیر تمہارے گھر کا پتہ تو مل گیاچلو یاسر تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئیں بے فکر رہو اب وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے انہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہو چکا ہوگا‘ نواز احمد بولے اور اٹھ کھڑے ہوئے

’میں نے سکون کا انجکشن لگا دیا ہے اب یہ کافی دیر تک سوتی رہیں گی‘ ڈاکٹر نے پیڈ پر کچھ دوائیں لکھیں اور صفحہ پھاڑ کر جمال احمد کو دیتا ہوا بولا’ یہ دوائیں استعمال کراتے رہیں‘

’دواؤں سے کیا ہوگا ڈاکٹر صاحب جب تک یاسر نہیں مل جاتا یہ ٹھیک کس طرح ہوگی نہ جانے وہ کدھر چلا گیا ہے‘ جمال احمد نے سرد آہ بھری

’اللہنے چاہا تو مل جائے گا آپ نے اشتہار وغیرہ تو دے دیا ہے نا‘ ڈاکٹر نے پوچھا

’جی ہاں اور پولیس میں رپورٹ بھی لکھوا چکا ہوںمگر اشتہار سے کوئی فائدہ ہونے کی امید کم ہے‘وہ بولے

’وہ کیوں؟‘ ڈاکٹر نے حیرت سے پوچھا

’دراصل یاسر کی کوئی نئی تصویر ہمارے پاس تھی نہیں ایک پرانی تصویر پڑی تھی وہی دے دیاب دیکھیں اس سے کوئی پہچان سکتا ہے یا نہیں‘

‘حیرت ہے آپ کے پاس اپنے بچے کی تصویر تک نہیں’

جی بس مصروفیات ہی اتنی ہیں کہ کھنچوانے کا وقت ہی نہیں ملتا‘ وہ شرمندگی سے بولے’

‘ڈاکٹر نے حیرت سے انہیں دیکھا اور اپنا بیگ اٹھالیا’ اچھا میں چلتا ہوںاللہ آپ کی مدد کرے
جمال احمد نے ڈاکٹر کو دروازے تک چھوڑا اور واپس آکر کمرے میں ٹہلنے لگے ٹہلتے ٹہلتے وہ ڈرائینگ روم میں آگئے اور پھر تھک کر ایک صوفے میں گر گئے
اچانک وہ چونکےایک اور جمال احمد اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا جس کا چہرہ مردے کی طرح سفید تھااور وہ اسے بری طرح گھور رہا تھا

کک کون ہو تم؟‘وہ چونک کر بولے’

دیکھ لیا اندھا دھند دولت کمانے کا نتیجہ‘ دوسرا جمال احمد طنزیہ لہجے میں بولا’اب پریشان کیوں ہو؟خوش ہونا چاہیے تمہیں توتمہیں تو دولت سے شہرت سے پیار ہےبیٹے کی تو تمہیں

‘کوئی ضرورت ہی نہیں بیٹا نہیں تو کیا ہوا دولت تو پاس ہے ناپھر فکر کیسا ؟ غم کیسا؟

نہیں چاہیے مجھے یہ دولت‘ جمال احمد چلا اٹھا’مجھ سے یہ ساری دولت لے لو اور میرا یاسر’

‘مجھے لوٹادوواپس کردو

تمہیں اس کی کیا فکر تم تو مہینوں اس کی صورت نہیں دیکھتے تھےتمہارے پاس تو وقت ہی’ نہیں تھا تمہیں سر پر تو دولت کمانے کی دھن سوار تھیہوس تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی اس ہوس نے تمہیں اندھا کردیا تھا کیا ملا تمہیں اتنا کما کر کیا کرو گے اب اس کوٹھی کا کاروں کا ان آسائشوں کا کیا قبر میں لے کر جاؤ گے ہاہاہاہاہا اب اس دولت سے ایک نیا بیٹا حاصل کر کے دکھاؤ ‘ دوسرا جمال غصے میں کہ رہا تھا

مگر میں یہ سب کچھ اپنے بیٹے کے لیے ہی تو کر رہا تھا‘ جمال احمد نے دلیل دی’

جھوٹ مت بولوکیا اس نے تم سے یہ سب کچھ مانگا تھا وہ تو فقط پیار کے دو بول چاہتا تھا جو’ بالکل مفت ملتے ہیں‌اولاد کے لیے سب سے بہتر عطیہ تو اچھی تعلیم و تربیت ہے اسی سے تم غافل تھے ہزاروں روپے خرچ کر کے اسکول میں داخل کروادینا ہی سب کچھ نہیں ہوتابچوں کی خواہشیں معصوم ہوتی ہیں جنہیں بآسانی پورا کیا جا سکتا ہےتم انہیں بھی دولت کے چکروں میں الجھا دیتے ہو اس سارے سانحے کے ذمہ دار تم ہو صرف تم تم ڈاکو ہو چور ہو قاتل ہواپنے بیٹے کی خواہشوں کے قاتل قاتل قاتل ‘ وہ کہتا جا رہا تھا اور جمال احمد کا صبر جواب دے گیا وہ زور زور سے چلا اٹھا’ نہیں نہیں نہیں‘اور وہ صوفے سے لڑھک کر نیچے گر گیاوہ اندھوں کی طرح ہاتھ پھیلائے اٹھا اور چونک کر ادھر ادھر دیکھا مگر وہاں کوئی نہ تھا پھر وہ کون تھاشاید اس کا ضمیر جسے اس نے کافی عرصے سے دبا کر رکھا ہوا تھا مگر آج اسے باہر نکلنے کا موقع مل گیا تھاکیوں کہ آج جمال احمد کمزور ہوچکا تھااس کا دم خم نکل چکا تھا وہ ہار چکا تھا

دروازہ کھلا اور ملازم اندر داخل ہواوہ زور زور سے چلا رہا تھا’صاحب صاحب دیکھیے کون ‘آیا ہے

کیوں چیخ رہے ہو تمکیا طوفان‘ جمال احمد غصے میں مڑا اور پھر چونک کر رک گیا اسے’ اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا کہیں یہ بھی تو کوئی خواب نہیں مگر نہیں یہ یہ حقیقت ہے سو فی صد حقیقت

یاسر' وہ چلا یا اور دوڑ کر اسے لپٹالیا' تم تم کہاں چلے گئے تھے اپنے گھر کو چھوڑ کر' '
دونوں رو رہے تھے

گھر اپنا گھر انسانوں سے بنتا ہے دیواروں سے نہیں'نواز احمد بولے تو جمال احمد چونکا اس '
کی نظر پہلی بار نواز احمد وقاص اور نوید پر پڑی

اوہمعاف کیجیے گا میں نے خوشی میں آپ لوگوں کو دیکھا ہی نہیںآپ پلیز بیٹھیںکھڑے کیوں '
ہیں آپ نے تو بہت بڑا احسان کیا ہے مجھ پر'وہ بولے

جی نہیں میں نے کوئی احسان نہیں کیاانسان ہونے کے ناطے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے' نواز '
احمد بولے

یہ آپ کو ملا کیسے؟' جمال احمد نے پوچھا تو نواز احمد نے اس کی ساری داستان دہرادی'

اوہ تمہیں اتنی تکلیفیں اٹھانا پڑیں یہ سب میری وجہ سے ہوا میں بہت شرمندہ ہوں میری '
آنکھوں سے غفلت کا پردہ اتر گیا ہے' انہوں نے کہا

چلیے پھر تو اللہکا شکر ادا کریں' وقاص مسکرایا'

ارے یاسر تم اندر جاؤ اپنی امی کے پاسوہ تمہیں دیکھتے ہی ٹھیک ہوجائیں گی' جمال احمد '
چونک کر بولے تو یاسر تیزی سے اندر کی طرف دوڑا

اور تم کھڑے منہ کیا تک رہے ہو جاؤ جاکر چائے وائے کا بندوبست کرو' یہ سن کر ملازم '
بھی کچن کی طرف بھاگا

'اس کی کوئی ضرورت نہیں جمال صاحب'

کچھ مت کہیے جناب میں آپ کو چائے کے بغیر قطعا نہیں جانے دوں گا' جمال احمد تیزی سے '
بولے

چائے سے فارغ ہوکر وہ اٹھ کھڑے ہوئےایسے میں نواز احمد عجیب سے انداز میں بولے' میں
'نے ابھی تک اپنا تعارف نہیں کروایا

اوہ میں بھی کتنا بے وقوف ہوں اپنے محسنوں کا نام تک نہیں پوچھا' جمال احمد شرمندگی سے '
بولے

نواز احمد انکم ٹیکس آفیسر' وہ مسکراتے ہوئے بولے'

اوہ!' جمال احمد کھوئے کھوئے انداز میں بولے پھر ان کے چہرے پر ایک اداس سی '
مسکراہٹ آگئی'میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوںاور سارا حساب کتاب دینے کو تیار ہوںاب تک
'جو غلط کام کیے ہیں ان کی سزا بھگتنے کو بھی تیار ہوں

یہ ایک درست فیصلہ ہے' نواز احمد خوش ہوکر بولے'

میں نے زندگی میں بہت سے غلط کام کیے ہیں یہ درست فیصلہ شاید ان کی تھوڑی بہت تلافی "
کردے'جمال احمد نے کہا